OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com

نوجوانوں کی اخلاقی، معاشرتی و معاشی اصلاح: قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایک مطالعہ

Moral, Social, and Economic Reform of Youth in the Light of Quranic Teachings: A Research Study

Iqra Nahid
Doctoral Candidate, University of Sialkot
Dr. Muhammad Kalim Ullah Khan
HOD, Department of Islamic Thought and Civilization (ITC), University of Management and Technology (UMT), Sialkot Campus

Abstract

This research paper focuses on the moral, social, and economic development of youth in the light of Quranic teachings. The study explores how the ethical principles, social guidelines, and economic instructions provided by Islam contribute to personality development and societal harmony. The Quran emphasizes virtues such as truthfulness, patience, justice, and repentance while discouraging vices like dishonesty, greed, and injustice. Additionally, the economic teachings in Islam encourage lawful earning and responsible spending. The research concludes that adhering to these principles leads to the comprehensive reform and empowerment of youth, fostering a balanced and progressive society.

Keywords: Islamic Ethics, Quranic Teachings, Youth Development, Personality Reform, Social Morality, Economic Guidance, Taqwa, Repentance.

CC BY

تعارف

تعمیر شخصیت کے لیے اسلام کی اخلاقی تعلیمات

انسان کو تمام حیوانات سے ممیّز کرنے والی چیز اخلاق ہے۔ اس کے سنوارنے سے شخصیت سنورتی ہے اور اس کے بگاڑنے سے شخصیت بگڑتی ہے۔ اسی وجہ سے تاریخ تہذیب میں جتنے معاشرے گزرے ہیں یا موجود ہیں سب جس پر متفق نظر آتے ہیں وہ حسن اخلاق ہے۔ سچائی، پاس عہد، رحم، فیاضی، صبر، تحمل، بردباری، اولوالعزمی، شجاعت، ضبط نفس، خودداری، میل جول، فرض شناسی، اتفاق، نرمی، شائستگی اور دوسری اچھی صفات تعمیر شخصیت کے زینے ہیں۔ یہ اقدار انسانیت کا مشترک اثاثہ ہیں۔ اسلام نے ان تمام معرفات کو تعمیر شخصیت کے لیے ضروری قرار دے کر اسے ایک نظام میں سمولیا ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیمات کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو اس کی پہلی بنیاد یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں آزمائش و امتحان کے لیے بھیجا ہے۔ اور ایک دن محشر کا مقرر ہے جب انسان کو اللہ کے حضور پیش ہو کر ساری زندگی کا حساب دینا ہے۔ اور اخلاقی امور کا کمال یہ قرار دیا ہے کہ ان امور کو یہ سمجھ کر کیا جائے کہ یہ خدا کے احکام ہیں ایک انسانی شخصیت کو خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے معیار خیر و شر کے مطابق عمل کرنا ہے۔ اسی میں شخصیت کی تعمیر مضمر ہے اور فلاح کی علامت ہے۔ انسان کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ اپنے برے اور بھلے کے متعلق محض اپنی عقل سے فیصلہ کرے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک چیز کو اچھی اور مفید سمجھتا ہے لیکن درحقیقت وہ اس کے لیے نقصان دہ ہوتی ہے اور بعض چیزوں کو وہ مضر خیال کرتا ہے حالانکہ وہ اس کے لیے بہت زیادہ مفید ہوتی ہیں۔ قرآن پاک کے یہ الفاظ اس بات کی ترجمانی کرتے ہیں:وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ[1] اس آیت کے آخر میں وجہ بھی بتادی گئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقائق سے کماحقہ باخبر ہے۔ اور انسانی شخصیت کے علم کا دائرہ محدود ہے۔ اگر ہر شخصیت اپنے لیے خود اخلاقی ضابطے وضع کرنے لگے تو انسانی معاشرہ انتشار کا شکار ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اخلاق کا تعلق باہمی معاملات و مسائل سے ہے۔ قرآن نے تعمیر شخصیت کے لیے اخلاقی تعلیمات کا درج ذیل خاکہ پیش کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اسلام میں اخلاق کو بھی دوسرے مذہبی امور کی طرح عبادت سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے اس کی غرض اور اس کی غایت ہر قسم کی ذاتی اور دنیاوی اغراض سے پاک ہونی چاہیے۔ اگر ایسا نہیں ہو گا تو نہ اس کی کچھ حیثیت ہو گی اور نہ اخلاقی امور کا کوئی اخروی فائدہ ہو گا۔ جیسے ارشاد ربانی ہے:وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ[2] (اور جو شخص دنیا میں اپنے اعمال کا بدلہ چاہے اس کو ہم یہیں بدلہ دیں گے) اخلاق درحقیقت انسان کے باہمی تعلقات میں اچھائی برتنے کا نام ہے۔ انسانوں کی باہمی میل جول سے جو فرائض اور ذمہ داریاں ایک دوسرے پر عائد ہوتی ہیں ان کا احسن ادا کرنا "اخلاق" کہلاتا ہے۔ اسی لیے اخلاق کے لیے انسان کو باہمی میل جول ضروری ہو جاتا ہے۔ عدل و احسان بھی اخلاق ہی میں شامل ہیں۔ قرآن نے شخصیت کی تعمیر کے لیے عدل و انصاف پر قائم رہنے کی دعوت دی ہے کہ کسی فرد یا کسی قوم کی دشمنی کی وجہ سے راہ اعتدال سے نہ ہٹنا شخصی تعمیر کے لیے ضروری ہے۔ خواہ اس کے رشتہ دار، دوست احباب اس کے خلاف ہی کیوں نہ کھڑے ہو جائیں۔ اسی طرح اگر دو آدمیوں کے درمیان منصف بنایا جائے تو انصاف کو مد نظر رکھنا شخصی تعمیر کے لیے ضروری ہے۔ ارشاد ربانی ہے:وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ[3] (اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کا فیصلہ کرو) اسی طرح ارشاد ربانی ہے:اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ

وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآيِٕ ذِی الْقُرْبٰی وَيَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ[4](اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں کو دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور نامعقول کام سے اور سرکشی سے اور تم کو سمجھاتا ہے تاکہ تم یاد رکھو) صبر بھی اخلاق ہی کی ایک شق ہے۔ شخصیت کی تعمیر کے لیے قرآن پاک میں صبر پر بہت زور دیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ[5](بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے) اس کی مزید وضاحت حدیث مبارک سے ملتی ہے: لا تحقرن من المعروف ولو ان تلقی اخاک بوجه طلق[6] اسی طرح سچائی، دیانتداری، تقویٰ انسانی شخصیت کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتے ہیں سچائی اور امانت کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ[7](اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور رہو ساتھ سچوں کے) اسی طرح حدیث مبارکہ میں سچ بولنے والے کو صدیق کا لقب ملنے کی بشارت دی گئی ہے: إن الصدق يهدي إلى البر وإن البر يهدي إلى الجنة، وإن الرجل ليصدق حتى يكون صديقا، وإن الكذب يهدي إلى الفجور وإن الفجور يهدي إلى النار، وإن الرجل ليكذب حتى يكتب عند الله كذابا[8'9'10](حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک سچائی آدمی کی بھلائی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور بھلائی جنت کی طرف لے جاتی ہے آدمی ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ صدیق کا لقب اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے بلاشبہ جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم میں لے جاتے ہیں آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب (بہت جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے)

حسن کلام کے بارے میں آپ ﷺ کا فرمان ہے: ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّارَ، فَتَعَوَّذَ مِنْهَا وَأَشَاحَ بِوَجْهِهِ، ثُمَّ ذَكَرَ النَّارَ فَتَعَوَّذَ مِنْهَا وَأَشَاحَ بِوَجْهِهِ، قَالَ شُعْبَةُ: أَمَّا مَرَّتَيْنِ فَلاَ أَشُكُّ ثُمَّ قَالَ: اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ[11'12](حضرت محمد ﷺ نے دوزخ کا ذکر فرمایا اور اس سے پناہ مانگی اور چہرہ اقدس سے ناگواری کا اظہار فرمایا پھر دوزخ کا ذکر کیا اس سے پناہ مانگی اور ناگواری کا اظہار فرمایا۔ شعبہ بیان کرتے ہیں کہ دو دفعہ ضرور حضور اکرم ﷺ نے جہنم سے پناہ مانگنے کے بارے میں مجھے کوئی شک نہیں پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ سے بچو خواہ آدھی کھجور ہی کو صدقہ کر کے ہو سکے اگر کسی کو یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات کہنے کے ذریعے ہی دوزخ سے بچو) ان تمام اخلاق حسنہ کے برعکس کچھ اخلاق رزیلہ یا مذموم صفات بھی ہیں جن سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسے اخلاق حسنہ سے انسانی شخصیت ارتقا کی منزلیں طے کرتی ہوئی نفس مطمئنہ تک جا پہنچتی ہے۔ اسی طرح اگر اخلاق مضمومہ یا رزیلہ سے نہ بچا جائے تو انسانی شخصیت نفس امارہ سے آگے کا سفر طے نہیں کر پاتی اور شخصیت کی تعمیر غلط سمت میں ہونے لگے گی۔ مثلاً جھوٹ، انتشار، افترا، بدگمانی، چغلی، غیبت، نفاق، تحقیر، بخل، بے صبری، ظلم، بدعہدی، خیانت اور تمام دوسری برائیاں شخصیت کی تعمیر میں رکاوٹ ہیں۔ اسلام نے ان تمام برائیوں سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ ان سب سے بچنے کے لیے قرآن و حدیث میں اس طرح سے ہدایات دی گئی ہیں: وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ[13](اور جھوٹی بات سے بچو) اسی طرح حدیث مبارکہ میں ان رزیلہ اخلاق کو چھوڑ دینے کی مزید وضاحت بیان کی گئی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: المُسلِمُ مَن سَلِمَ المسلمون مِن لسانه ويده، والمُهاجِرُ مَن هجَرَ ما نهى الله عنه[14'15'16](مسلمان وہ ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جس نے ان کاموں کو چھوڑ دیا ہو جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا) اسی طرح ایک جگہ فرمایا: إن العبد ليتكلم

بالكلمة ينزل بها فى النار أبعدَ مما بين المشرق والمغرب[17](جب کوئی آدمی (جھوٹ، ظلم، منافقت، دھوکہ دہی یا برائی) کی بات کہتا ہے اور اس کے انعام پر غور نہیں کرتا تو اس کی وجہ سے جہنم میں اتنا دور جا گرتا ہے جتنا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ ہے)

تعمیر شخصیت کے لیے اسلام کی معاشی تعلیمات

تعمیر شخصیت کے لیے اسلام نے فرد کو معاشی اعتبار سے بھی تعلیم دی ہے۔ سب سے پہلے قرآن فرد اور جماعت دونوں کے ذہن میں موجود غلط نظریات کو ختم کرتا ہے کہ اخلاق اور مذہب کو معاشی زندگی میں دخل نہیں۔ اس غلط نظریے کو قرآن میں بڑے مبلغ انداز میں یوں بیان کر کے معیشت اور اخلاق کے تعلق کو بیان کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَo فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَo[18](اے ایمان والو! جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے پھر جب تمام ہو چکے نماز تو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ کا اور یاد کرو اللہ کو بہت سا تا کہ تمہارا بھلا ہو) قرآن پاک میں متعدد جگہ پر معاش کو "فضل اللہ" کہا گیا ہے۔ اس سے انسان کو یہ بات سمجھنا مقصود ہے کہ سب اللہ کے فضل سے ہے۔ اور شخصی تعمیر کے لیے جس طرح باقی معاملات میں اللہ کی حدود کی پابندی ضروری ہے معاشی زندگی میں بھی اتنی ہی ضروری ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ[19](وہ لوگ جنہیں خرید و فروخت اور تجارت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی) تعمیر شخصیت کے لیے اسلام معاشی تنگی کی وجہ سے یا غربت کی وجہ سے زندگی کو تلف کرنے سے روکتا ہے۔ اور تکلیف کو دور کرنے کا طریقہ بتاتا ہے کہ حصول رزق کی کوشش کی جائے کیونکہ معاشی مسائل کا حل انسانوں کو کم کرنا نہیں ہے بلکہ معشیت کو فروغ دینا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا[20](اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی انھیں رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی۔ بے شک ان کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔)

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ غربت اور افلاس اور معیار زندگی کے گرنے کے خوف سے اولاد کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور یہ عمل شخصیت کی تعمیر کی راہ میں رکاوٹ کا باعث بن کر شخصیت کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔ معاشی اعتبار سے شخصی تعمیر کے لیے حلال و حرام کی پہچان کی بڑی پر زور تاکید کی ہے کہ ہر وہ نفع جو حرام ذرائع سے حاصل ہو دوزخ کی آگ ہے۔ اور قرآن و حدیث میں رزق حلال کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ بلکہ وہ تمام ذرائع جو حرام کی طرف لے جانے والے ہیں ان سے بھی منع کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا[21](اے لوگو! کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے حلال پاکیزہ) ساتھ ہی ساتھ ان چیزوں کی نشاندہی بھی کی جو حرام ہیں اور تعمیر شخصیت کے لیے سود کو حرام قرار دیا۔ خواہ اس کی کوئی بھی شکل ہو بلکہ یہاں تک اس کی حرمت کو بیان کیا کہ اس کو خدا اور اس کے رسول کے خلاف جنگ قرار دے کر اس سے بچتے رہنے کی تلقین کی۔ اسی طرح آمدنی کے وہ تمام ذرائع جو غیر منصفانہ اور جن کی وجہ سے معاشرے میں فساد اور بگاڑ پیدا ہو سکتا ہے اس کو بھی منع فرما دیا۔ اور حلال کے ساتھ طیب کی شرط لگا دی کہ کسب معاش میں صرف یہ احتیاط کافی نہیں کہ چیز

حرام کی ہوئی اشیاء کی فہرست میں سے نہ ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ چیز جائز ذرائع سے حاصل ہوئی ہو۔ اگر جائز ذرائع سے حاصل نہ ہوئی ہو تو وہ بھی حرام ہی قرار پائے گی۔ اور ساتھ اسراف اور تبذیر سے بھی روک دیا۔ کہ تعمیر شخصیت کے لیے ضروری قرار دے دیا کہ مال جائز ذرائع سے کمایا جائے اور جائز جگہوں پر خرچ کیا جائے۔ کسی حرام جگہ یا غیر ضروری جگہ پر خرچ کر کے اس کو ضائع نہ کیا جائے۔ جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے: اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا[22] (بیشک اڑانے والے بھائی ہیں شیطانوں کے اور شیطان ہے اپنے رب کا ناشکرا) کسی بھی شخصیت کے تعمیر کے لیے اسلام نے معاشی اعتبار سے یہ طریقہ بھی بتا دیا کہ دولت کو ایک ہی یا چند ہاتھوں میں جمع نہ کیا جائے بلکہ مختلف قانون و اخلاقی تدابیر سے دولت کی تقسیم منصفانہ ہو اور وہ پورے معاشرے میں گردش کرے۔

قرآن پاک میں اس طرح فرمایا: لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ ۭ[23] (تاکہ نہ آئے لینے دینے میں دولت مندوں کے تم میں سے) دولت کی تقسیم کے لیے مندرجہ ذیل صورتیں تجاویز کی گئی ہیں۔ جیسے زکوۃ، صدقات واجبہ، انفاق، وراثت، حق سویٰ الزکوۃ، العفو وغیرہ۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۭ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ[24] (تجھ سے پوچھتے ہیں کیا چیز خرچ کریں کہہ دو کہ جو کچھ تم خرچ کرو مال سو ماں باپ کے لئے اور قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافروں کے اور جو کچھ کرو گے تم کو بھلائی سو وہ بیشک اللہ کو خوب معلوم ہے) اسی طرح حدیث مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: خیر الصدقۃ ماکان عن ظھر غنی وابدأ بمن تعول[25] (بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوشحالی قائم رہے یعنی دوسروں کو دے کر خود خالی دامن نہ ہو جاؤ اور اِن سے شروع کرو جن کی کفالت تمہارے ذمے ہے) ایک اور جگہ پر فرمایا: إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوءِ[26] (بے شک صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے) ان صورتوں پر عمل کر کے فرد اپنی شخصیت کی بہتر انداز سے تعمیر کر سکتا ہے۔ کیونکہ جب مال و دولت کا حرص و لالچ دل میں پیدا نہیں ہو گا تو نفس مطمئنہ تک کا سفر آسان ہو جائے گا۔ اور اس سے دنیا کی محبت بھی دل سے نکل جائے گی۔ اور دنیا کی حقیقت کو جان کر مالک حقیقی کی طرف متوجہ ہو کر اپنی عاجزی کا اظہار اور شکر ہی اصل میں شخصیت کی تعمیر ہے۔

تعمیر شخصیت کے لیے اسلام کی معاشرتی تعلیمات

شخصیت کی تعمیر کے لیے اسلام نے ہر اعتبار سے فرد کی رہنمائی کی ہے۔ اسی طرح معاشرہ انسانی شخصیت کی زندگی کا اہم جز ہے اور سب سے زیادہ انسان کی شخصیت پر معاشرہ اثر انداز ہوتا ہے۔ اسلام میں شخصیت کی تعمیر کے لیے جو اصول وضع کیے ہیں وہ ہمہ گیر بنیادوں پر استوار ہیں۔ اسلام نے معاشرتی تعلیمات میں سب سے زیادہ اہمیت عقائد اور مقاصد کے درمیان ربط کو دی ہے۔ دو لوگوں کے درمیان تعلق اس وقت تک قائم رہ سکتے ہیں جب ان کے درمیان عقائد و عمل کا اتحاد موجود ہو۔ اسلام نے انسانی سوسائٹی کو صرف دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے مومن اور کافر۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ[27] (وہی ہے جس نے تم کو بنایا پھر کوئی تم میں منکر ہے اور کوئی تم میں ایمان دار) اور مومن کو مومن کا بھائی قرار دے کر اخوت و بھائی چارے کا درس دیا۔ تاکہ اتفاق و اتحاد کی فضا قائم ہو سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ[28] (مسلمان جو ہیں سو بھائی ہیں) اسلام نے تعمیر شخصیت کے لیے انسانی زندگی کی تنظیم کرتے وقت خاندان کو مقدم رکھا اور

قرآن نے ایک اصول بیان فرمایا کہ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں۔ ان کے درمیان رنگ ونسل وزبان وغیرہ کی بنیاد پر فرق وامتیاز جائز نہیں۔ بلکہ کسی بھی فرد کو آپ ان عمل صالحہ اور تقویٰ کی بنیاد پر فضیلت حاصل ہے۔ قرآن نے فرد کی تعلیمات کے لیے اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے:یٰٓاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ[29] (اے آدمیو! ہم نے تم کو بنایا ایک مرد اور ایک عورت سے اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے تاکہ آپس کی پہچان ہو تحقیق عزت اللہ کے یہاں اسی کو بڑی جس کو ادب بڑا) اور اس نقطہ کی وضاحت خاتم النبیین ﷺ نے اپنے آخری خطبے میں یوں فرمائی: آج کے بعد عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کسی قسم کی فضیلت نہیں۔[30]

فرد کی شخصیت پر خاندان، ہمسایہ، رشتہ دار سب ہی رشتوں کے تعلقات کا مرحلہ آتا ہے۔ ان مراحل میں فرد کو قرآن نے ان رشتوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اور یہی حکم ان لوگوں کے بارے میں ہے جن سے معمولی سا میل جول ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ[31'32] (اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ) اس نقطے کی مزید وضاحت حدیث نبوی ﷺ سے ہوتی ہے: واللّٰہ لا یؤمن، واللّٰہ لا یؤمن، واللّٰہ لا یؤمن قیل: ومن؟ یارسول اللّٰہ قال: الذی لا یأمن جارہ بوائقہ[33] (اللہ کی قسم نہیں مومن ہو سکتا، اللہ کی قسم نہیں مومن ہو سکتا، اللہ کی قسم نہیں مومن ہو سکتا، پوچھا گیا کون یارسول اللہ ﷺ فرمایا وہ شخص جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو) غرض یہ کہ تعمیر شخصیت کے لیے اسلام کے معاشرتی نظام کی بنیاد عالمگیر برادری، رنگ، نسل کی بجائے اخلاق وعقائد، عائلی نظام کی مضبوطی، دوست احباب سے بہتر تعلقات، ہمسایہ دوستی کے فوائد اور اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ ایک فرد جس طرح اپنے محلہ وخاندان کا فرد ہوتا ہے اسی طرح انسانیت کا ہمدرد بھی قرار دیا گیا ہے تعمیر شخصیت کے لیے اسلامی تعلیمات میں اس پہلو کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسان میں نیکی اور برائی میں فرق کرنے کی قوت رکھی گئی ہے۔ معاشرہ کی ترقی وخوش حالی کے لیے فرد کو یہ حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ[34] (آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیز گاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر) مدد کرنا اور مدد نہ کرنا بغیر روابط اور میل جول کے نہیں ہو سکتا اور میل جول بغیر معاشرے کے ممکن نہیں۔ کیونکہ پرہیز گاری اور اعمال صالحہ معاشرتی اقدار کو فروغ دیتے ہیں۔ گناہ وظلم کی وجہ سے معاشرتی ترقی کا عمل جاری نہیں رہ سکتا۔ یہ انسانی شخصیت کی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ یہ تمام اعمال انسان کی شخصیت میں خوفِ خدا کا باعث بنتے ہیں جس سے انسان کو توبہ کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔ اور توبہ بھی انسان کی شخصیت میں نکھار پیدا کرتی ہے۔

تعمیر شخصیت کا منبع

مذکورہ بالا اسلام کی تعلیمات مثلاً عقائد، عبادات، حسن معاشرت، حسن اخلاق وغیرہ وہ امور ہیں جن کو بجالانے سے انسان کا نفس تقویٰ کی طرف راغب ہوتا ہے۔ کیونکہ تقویٰ دل کی حالت کا نام ہے۔ اور جب انسان کے اعضاء وجوارح اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں تو اس کے اثرات باطن کو بھی نکھار دیتے ہیں۔ اور جب باطن خشیت الٰہی سے سرشار ہوتا ہے تو تقویٰ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ یعنی دل اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ جو فرد کی شخصیت کی تعمیر میں بڑا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ[35] (اس کتاب میں کچھ شک نہیں راہ بتلاتی ہے ڈرنے

والوں کو) اس آیت مبارکہ میں قرآن پاک کو متقین کے لیے ہدایت قرار دیا گیا ہے۔ اور اس سے اگلی ہی آیت میں متقین کی صفات کو بیان کیا گیا ہے۔ اور ان کی صفات کو بیان کرنے کے بعد بتایا گیا ہے کہ متقین ہی فلاح پانے والے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَoوَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَoاُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَo[36](جو کہ یقین کرتے ہیں بے دیکھی چیزوں کا اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو ہم نے روزی دی ہے ان کو اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں، وہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے پروردگار کی طرف سے اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے) یعنی تقویٰ اختیار کرنے والے ہی وہ لوگ ہیں جن کی قرآن پاک نے فلاح کی ضمانت دی ہے۔ قاسم بن یوسف مغربی نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے درخواست کی کہ وہ اسے کچھ ایسی نصیحت کریں کہ جس میں اس کے دین اور دنیا کی بھلائی پنہاں ہو چنانچہ شیخ الاسلام نے اس کو تقویٰ کی نصیحت کی اور کہا: سمجھنے اور عمل کرنے والے کے لیے مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نصیحت سے زیادہ نفع بخش کسی چیز کا علم نہیں۔[37] تقویٰ کا حاصل کرنا تعمیر شخصیت کا خاصہ ہے اور ہدایت کا طلب کرنا، راہ ہدایت پر چلنا اور تقویٰ کو اختیار کرنا، ان تمام کاموں کے لیے محنت کی ضرورت ہوتی ہے اور محنت بغیر صلاحیت کے نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے انسان کے اندر بہت زیادہ صلاحیتیں رکھی ہیں۔ فرد ان صلاحیتوں کو استعمال میں لا کر اپنے مطلوب کو پا سکتا ہے۔ کیونکہ تقویٰ کے مفہوم میں درج ذیل تین چیزیں پائی جاتی ہیں:

1۔ اللہ کے سامنے عاجزی کا اظہار

2۔ کسی مصیبت سے ڈرنا

3۔ جو چیز نقصان دہ ہے اس سے بچنا

انہی چیزوں کو راسخ کرنے کے لیے اور ان پر عمل کروانے کے لیے انبیاء علیہم والسلام کوشش کرتے رہے۔ اور وہ اپنی پوری زندگی لوگوں کو اللہ کے خوف اور تقویٰ کی دعوت دیتے رہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا مقصد ہی شخصیت کی تعمیر تھا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے انسانوں کو تقویٰ اختیار کرنے کی بذریعہ قرآن دعوت دی اور تقویٰ اختیار کرنے پر دنیا اور آخرت میں اچھے بدلے کی بشارتیں دیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ[38] (اے میرے نبی آپ کہہ دیجئے اے میرے اہلِ ایمان بندو اپنے رب سے ڈرتے رہو جو لوگ اس دنیا میں اچھے کام کریں گے انہیں آخرت میں اچھا بدلہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ ہے بے شک پورا دیا جائے گا صبر کرنے والوں کو ان کے صبر کا اجر بغیر حساب کے) اس آیت مبارکہ میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی زبانی اللہ تعالیٰ نے مومن بندوں کو ہر وقت ہر حال میں اپنے سے ڈرتے رہنے کی تعلیم دی۔ اور فرمایا کہ جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں گے جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں ان کو انعامات سے نوازے گا۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی احادیث مبارکہ میں بارہا اللہ سے ڈرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ

ﷺ نے ارشاد فرمایا:اتق الله حيثما كنت، وأَتْبِع السيئةَ الحسنةَ تمحها، وخالقِ الناسَ بخلقٍ حسنٍ[39](تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، برائی کے پیچھے نیکی کرو، نیکی برائی کو مٹادے گی اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ)اسی طرح حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایاجب آپ علیہ السلام کا گزر ایک عورت کے پاس سے ہوا جو ایک قبر پر بیٹھی رو رہی تھی آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اسے فرمایا:اِتَقِی اللہَ[40](تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو)ہر چیز کے کچھ مراتب ہوتے ہیں اسی طرح تقویٰ کے بھی کچھ مراتب ہیں۔ جنہیں علامہ الوسیٰ رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ: جیسے تکلیف وضرر کے مختلف مراتب ہیں اسی طرح تقویٰ کے بھی مختلف مراتب ہیں:

1۔ شرک سے اجتناب

2۔ گناہ کبیرہ سے کنارہ کشی اور گناہ صغیرہ پر اصرار بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔

3۔ تیسرا مرتبہ وہ ہے جس کی طرف امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث سے اشارہ کیا گیا ہے۔

"آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک حرج والی چیزوں سے بچنے کے لیے ان چیزوں کو ترک نہ کر دے جن کے کرنے سے حرج ہوتا ہے اور اس مرتبہ میں معتبر چیز صغیرہ وکبیرہ گناہوں کو ترک کرنا ہے۔"[41]

اس عبارت میں یہ بات بیان کی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اس کے اندر نیکی اور بدی دونوں کا مادہِ قوت رکھا۔یعنی انسان کو دوراہیں دکھادیں اور اسے اختیار دے دیا گیا کہ ان دونوں راہوں میں سے جس کو تم چاہو وہ اختیار کرو یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں گناہ کا تقاضا بھی رکھ دیا اور اس گناہ سے بچنے کی طاقت بھی رکھ دی۔ اب یہاں انسان کی آزمائش شروع ہو گئی کیونکہ اگر انسان کے دل سے گناہوں کو سرے سے ختم کر دیا جاتا تو پھر گناہوں کے کاموں سے بچنے میں انسانی شخصیت کا کیا کمال ہوتا؟ نہ انسان گناہوں کی طرف مائل ہوتا نہ توبہ کی ضرورت پڑتی اور نہ ہی شیطان اور نفس سے مقابلہ کرنا پڑتا تو پھر یہ آزمائش تو نہ ہوئی اور نہ ہی کوئی نفس سے جہاد کرنا لازم ہوتا اور قرآن مجید میں 88 بار تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر گناہ کا تقاضا ہی نہ ہوتا تو ان آیات کا مقصد ختم ہو جاتا۔ حالانکہ اسلام کی ہر ہر تعلیم کا مقصد تقویٰ کی روح کو پیدا کرنا ہے۔ خواہ وہ عبادات کی روح میں ہو، خواہ وہ اعمال کے روپ میں ہو اور عبادات واعمال میں انسان کو خشوع وخضوع اللہ کے خوف ہی کی بدولت نصیب ہوتا ہے۔ درحقیقت تقویٰ ایک شعور اور جذبے کا نام ہے جس جذبے سے سرشار ہو کر انسان کسی بھی گناہ حتیٰ کہ شک وشبہ والی چیز کو بھی چھوڑ دیتا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَاۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ[42] (یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی، سو ان کے نزدیک نہ جاؤ اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ بچتے رہیں)اسی طرح حضور علیہ السلام نے فرمایا: دع ریبک الی مالا ریبک[43](شک والی چیزوں کو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کر جس میں شک نہ ہو)ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تقویٰ کے بارے میں پوچھا: کعب احبار کہنے لگے کہ کبھی تمہارا خاردار راستوں سے گزر ہوا ہے؟ انہوں نے شک میں جواب دیا کہنے لگے پھر کیسے گزرتے ہو؟ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے میں اپنے کپڑے سمیٹ کر گزرتا ہوں کہ کہیں کوئی کانٹا میرے دامن سے الجھ کر کپڑوں کو تار تار نہ کر دے۔ سیدنا کعب فرمانے لگے یہی تقویٰ ہے کہ انسان اپنی زندگی کو ہر طرح کے گناہوں اور نافرمانیوں سے بچ کر گزارے۔ ارشاد ربانی ہے:وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَاo فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَاo قَدْ اَفْلَحَ مَنْ

زَكّٰىهَاo وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا[44]o(اور جی کی اور جیسا کہ اس کو ٹھیک بنایا، پھر سمجھ دی اس کو ڈھٹائی کی اور بچ کر چلنے کی، تحقیق مراد کو پہنچا جس نے اس کو سنوار لیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ملا چھوڑا)

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ایک اصول بیان فرما دیا کہ کامیابی اسی کو ملے گی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا اور اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کر لی لیکن جس شخص نے تقویٰ کی راہ کو چھوڑ کر معصیت کی راہ کو اختیار کیا اور اپنے ظاہر و باطن کو گناہوں سے آلودہ کر دیا ناکامی اس کا مقدر ہو گی۔ اس اعتبار سے انسانوں کی دو قسمیں ہو گئیں۔ ایک قسم کے وہ انسان ہیں جنہوں نے اللہ کے دیے ہوئے اختیار میں سے گناہوں کو چھوڑا اور تقویٰ کو اختیار کیا۔ جس سے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالا کر اس کو راضی کر لیا۔ اس قسم کے لوگ کامیاب ہو گئے۔ اور دوسرے وہ لوگ ہوئے جنہوں نے اللہ کے دیے ہوئے اختیار میں سے معصیت کے راستے کو چنا اللہ کی نافرمانی کی اپنی خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کی یہ ناکام ہوئے۔ انہی لوگوں کے متعلق قرآن پاک میں ایسے کئی واقعات بیان کیے گئے اور ان کے برے انجام کو بیان کر کے انسان کو ڈرایا گیا ہے۔ نفس کی اصلاح کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو اس دعا کی تلقین کی:اللهم آتِ نفسی تقوها انت خیر من زکاها انت ولیها ومولاها[45](اے اللہ میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اسے پاک کر دے تو اسے سب سے بہتر پاک کرنے والا، تو ہی اس کا نگران اور مددگار ہے) قرآن پاک میں انسانی نفس کی تین قسموں کو بیان کیا گیا ہے۔ نفس کی پہلی قسم کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ[46](اور میں پاک نہیں کہتا اپنے جی کو، بے شک جی (نفس امارہ) تو سکھاتا ہے برائی) نفس کی اقسام میں سے نفس امارہ ہی فطری طور پر انسان کو برے کاموں کی طرف ابھارتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر یہ فطری تقاضا رکھا ہے۔ اب اگر کوئی شخص اسے نفس امارہ کے اس تقاضے کو پورا کرنے کی بجائے تقویٰ کو اختیار کرے گا تو یہی نفس امارہ محنت کے بعد نفس لوامہ بن جائے گا۔ یہ نفس کی دوسری قسم ہے۔ جس کا ذکر سورۃ القیامہ میں اس طرح کیا گیا ہے:لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِo وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِo[47](قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں جی کی جو ملامت کرے برائی پر) نفس کی یہ قسم انسان کو اس کے برے کاموں پر ملامت کرتی ہے اور انسان معصیت سے بچ جاتا ہے۔ اور یہ قسم انسان کو اپنے ہی عمل کی وجہ سے اپنی شخصیت کو مسخ کرنے سے روکتی ہے۔ نفس انسانی کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی الصلوۃ والسلام سے روایت بیان فرمائی کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں: بنی اسرائیل میں کفل نامی ایک شخص جو دن رات برائی میں پھنسا رہتا تھا اپنی خواہشات نفس کا غلام تھا۔ اس نے ایک ضرورت مند عورت کو 60 دینار دے کر زناکاری کے لیے آمادہ کر لیا۔ جب وہ تنہائی میں برے کام کے لیے تیار ہو گیا تو وہ عورت بے اختیار رونا شروع ہو گئی۔ چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ کفل نے حیرانی سے پوچھا یہ ڈر اور رونا کیسا؟ اس پاک باز اور شریف النفس عورت نے جواب دیا: مجھے اللہ کے عذاب کا خیال آ رہا ہے۔ اس کام کو میرے خالق نے حرام قرار دیا ہے۔ میں بھی اپنی ضرورت سے مجبور ہو کر اس برے کام کے لیے تیار ہو گئی اب اللہ کا خوف مجھے بے چین کیے دیتا ہے۔ اے کفل! اللہ کے لیے اس بدکاری سے باز آ جاؤ اپنی اور میری جان پر رحم کرو۔ آخر اللہ کو بھی حساب دینا ہے۔ اس لڑکی کی یہ پر تاثیر اور گہری باتوں نے کفل کے دل پر گہرا اثر ڈالا اور اس کا نفس اس کو ملامت کرنے لگا۔ یہ اپنے ہی برے ارادے پر نادم اور شرمندہ ہونے لگا۔ عذاب الٰہی کی خوفناک شکلیں اس

کی نظروں کے سامنے گھومنے لگیں۔ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں: اسی رات کفل کا انتقال ہو گیا۔ لوگ صبح دیکھتے ہیں اس کے دروازے پر لکھا ہوا ہے۔ "ان اللہ قد غفر الکفل" یعنی اللہ تعالیٰ نے کفل کے گناہوں کو بخش دیا ہے۔[48]

نفس لوامہ جب انسان کو ملامت کرتا ہے تو انسان "رجوع الی اللہ" کر کے اپنے آپ کو اس ملامت سے دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور یہی ملامت گناہوں سے دور رہنے کا باعث بنتی ہے۔ جس سے تعمیر شخصیت بہتر انداز میں ہوتی ہے۔ اور اسلام کی یہی تعلیم ہے کہ انسان کے نفس امارہ اور نفس لوامہ کی لڑائی سے نکل کر نفس مطمئنہ کی راہوں کا مسافر بنے۔ جس کے متعلق ارشاد ربانی ہے: يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ[49] (اے وہ جی جس نے چین پکڑ لیا، پھر چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، پھر شامل ہو میرے بندوں میں) ان تمام آیات و احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نفس انسانی کی اصلاح کے لیے تقویٰ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے اور تقویٰ ہی انسانی شخصیت کی تعمیر کو مکمل کرنے میں مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ تقویٰ ہی کی بدولت دلوں کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ انسانی نفس سے راہزن سے رہبر بن جاتا ہے۔ اللہ کے خوف کی لہر تمام گناہوں کو نگل لیتی ہے۔ گناہوں کی ظلمت کا خاتمہ ہونے لگتا ہے۔ انسانی شخصیت خیر و رشد کی راہوں پر گامزن ہو جاتی ہے۔

خلاصۂ بحث

اس تحقیق میں قرآن کی تعلیمات کی روشنی میں نوجوانوں کی اخلاقی، معاشرتی، اور معاشی اصلاح پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قرآن نے انسانی شخصیت کی تعمیر کے لیے اخلاقی اصولوں کو بنیادی حیثیت دی ہے، جیسے سچائی، دیانتداری، صبر، اور عدل۔ یہ اخلاق حسنہ نہ صرف فرد کی شخصیت میں نکھار پیدا کرتے ہیں بلکہ معاشرے میں امن اور اعتماد کی فضا قائم کرتے ہیں۔ برے اخلاق، جیسے جھوٹ، بددیانتی، اور ظلم سے اجتناب کی تلقین کی گئی ہے تاکہ نفس امارہ سے بچ کر نفس مطمئنہ کی منزل حاصل کی جا سکے۔ معاشرتی حوالے سے قرآن نے اخوت، بھائی چارے، اور حسن سلوک کو فروغ دیا ہے۔ فرد کے خاندان، پڑوسیوں، اور معاشرت کے ساتھ بہتر تعلقات اس کی شخصیت کو مضبوط کرتے ہیں۔ اسلام میں رشتہ داروں اور محتاجوں کی مدد، ایثار، اور تعاون پر زور دیا گیا ہے تاکہ معاشرہ باہمی محبت اور رواداری کا گہوارہ بنے۔

معاشی تعلیمات میں اسلام نے رزق حلال کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ حرام ذرائع، جیسے سود اور رشوت، کو ممنوع قرار دیا گیا ہے تاکہ فرد اور معاشرہ معاشی بگاڑ سے محفوظ رہیں۔ زکوٰۃ، صدقات، اور دولت کی منصفانہ تقسیم کو لازمی قرار دے کر معاشرتی عدل کو فروغ دیا گیا ہے۔ اس طرح غربت اور افلاس جیسے مسائل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ توبہ اور استغفار کو بھی شخصیت کی اصلاح کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ گناہوں سے باز آ کر اللہ کی طرف رجوع انسان کو روحانی اور اخلاقی بلندی عطا کرتا ہے۔ مجموعی طور پر قرآن کی تعلیمات نوجوانوں کی متوازن اور مضبوط شخصیت کی تعمیر کے لیے بہترین رہنمائی فراہم کرتی ہیں، جس کے نتیجے میں ایک صالح اور ترقی یافتہ معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

حوالہ جات

[1] البقرہ2:216

[2] آل عمران 145:3
[3] النساء 58:4
[4] النحل 90:16
[5] البقرہ 153:2
[6] قشیری، الجامع الصحیح، کتاب البر وصلۃ، باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند الفاء، ج:2، ص:334، رقم الحدیث:6690
[7] التوبہ 119:9
[8] البخاری، الصحیح الجامع، کتاب الادب، باب قول اللہ تعالیٰ "اتقوا اللہ وکونو مع الصادقین"، ج:2، ص:427، رقم الحدیث:6094
[9] قشیری، الجامع الصحیح، کتاب البر وصلۃ والاداب، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضلہ، ج:2، ص:33، رقم الحدیث:6637
[10] قشیری، الجامع الصحیح، کتاب الزکوۃ، باب الاسلام، رقم الحدیث:2379
[11] البخاری، الصحیح الجامع، کتاب الادب باب طیب کلام، ج:2، ص:416، رقم الحدیث:6023
[12] قشیری، الجامع، کتاب البر وصلۃ والاداب، ص:33، رقم الحدیث:6637
[13] الحج 30:22
[14] قشیری، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند القاء، ج:2، ص:334، رقم الحدیث:6690
[15] الترمذی، جامع الترمذی، ابواب البر والصلۃ، ماجاء فی طلاقۃ الوجہ وحسن البشر، ج:2، ص:461، رقم الحدیث:1931
[16] البخاری، الصحیح الجامع، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، ج:1، ص:629، رقم الحدیث:3556
[17] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامعہ الصحیح، مکتبہ رحمانیہ، کتاب الرقاق، باب حفظ السان، ج:2، ص485، رقم الحدیث:6477
[18] الجمعہ 9-10:62
[19] النور 37:24
[20] بنی اسرائیل 31:17
[21] البقرہ 168:2
[22] بنی اسرائیل 27-26:17
[23] الحشر 7:59
[24] البقرہ 215:2
[25] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب النفقات، باب وجوب النفقۃ علی الاھل والعیال، ج:2، ص:317، رقم الحدیث:5356
[26] الترمذی، جامع الترمذی، ابواب الزکوۃ، ماجاء فی فضل الصدقۃ، ج:1، ص:261، رقم الحدیث:634
[27] التغابن 2:64
[28] الحجرات 10:49
[29] الحجرات 13:49
[30] میکش، مرتضیٰ احمد خان، تاریخ اسلام، مکتبہ اعلیٰ حضرت، ص:135
[31] النساء 36:4
[32] البقرہ 177:2
[33] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب من لایامن جارہ بوائقہ، ج:2، ص:415، رقم الحدیث:6016
[34] المائدہ 2:5
[35] البقرہ 2:2

[36] البقرہ2:5-3
[37] الاشقر، عمر سلیمان، ترجمہ، سید الرحمن، حافظ تقویٰ، اہمیت، فضیلت اور فوائد و ثمرات، دارالاندلس اردو بازار لاہور، ص:77
[38] الزمر39:10
[39] الترمذی، جامع الترمذی، کتاب البر وصلۃ، باب جاء فی معاشرۃ الناس، ج:2، ص:462، رقم الحدیث:1947
[40] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب قول الرجل للمراۃ عند القبر، ج:1، ص:245، رقم الحدیث:1252
[41] صدیقی، عبد الخالق، ابو حمزہ، علم و تقویٰ، انصار السنۃ پبلیکیشنز لاہور، ص:130
[42] البقرہ2:187
[43] گیلانی، مجیب الرحمن، بہترین زاد راہ تقویٰ، مکتبہ اسلام، ستمبر 2004، ص:11
[44] الشمس91:10-7
[45] قشیری، الصحیح المسلم، کتاب الذکر والدعاو التوبہ والاستغفار، باب فی الادعیۃ، ج:2، ص:353، رقم الحدیث:6906
[46] یوسف12:53
[47] القیامہ75:2-1
[48] مجیب الرحمن، بہترین زاد راہ تقویٰ، ص:109-110
[49] الفجر89:29-27